مجھے ہے حکم اذاں

خطیب انقلاب مولانا سید حسن ظفر نقوی، کراچی، پاکستان

غالباً ۱۹۷۶ء کا سال تھا جب ہمارے محترم ماموں ڈاکٹر سید کلبِ صادق صاحب عشرۂ مجالس سے خطاب کرنے کے لئے کراچی تشریف لائے۔ علی متقی جعفری صاحب (مرحوم) کا قائم کردہ تاریخی عشرہ جہاں ہمیشہ ہی سے برصغیر کے نامور علماء خطاب کرتے رہے اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ بہر حال ہم بات کر رہے ہیں ۱۹۷۶ء کی یہ وہ دور تھا جب پاکستان بھر میں خطیبوں کی ایک لمبی فہرست تھی اور ان میں چند نام ایسے تھے کہ جن کی شہرت آسمان سے باتیں کر رہی تھی۔ کلبِ صادق صاحب چونکہ بہت عرصے کے بعد لکھنؤ سے آنے والے ذاکر تھے خاندانی پس منظر کے علاوہ بھی اپنی ذاتی خصوصیات اور خطابت کے انفرادی اسلوب کی وجہ سے آپ کی شہرت آپ سے پہلے ہی پاکستان پہنچ چکی تھی۔ اس لئے آپ کی مجالس میں عوام الناس کا اجتماع ناقابلِ یقین حد تک ہو رہا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کے انداز بیان پر گفتگو کرنا یقیناً قارئین کے وقت کا ضیاع (یا زیاں جو سمجھ لیں) ہوگا کیوں کہ وہ تعارف کا محتاج نہیں۔ ہم جو بات بیان کرنا چاہ رہے ہیں وہ یہ ہے کہ اپنے اس دورے میں ڈاکٹر صاحب نے پاکستان کے تقریباً تمام ہی اہل تسنن اور اہل تشیع کے مشہور علماء، ذاکرین اور خطباء کی مجالس اور محافل میں شرکت کی اور ملاقاتیں بھی کیں اور پھر دبے الفاظ میں ایک تاریخی تبصرہ فرمایا کہ ''یہاں کا ماحول دیکھ کر ہمیں ڈر ہے کہ یہاں بھی کہیں لکھنؤ کی فضاء نہ بن جائے'' (واضح رہے کہ اس زمانے میں لکھنؤ کے حالات خاصے کشیدہ تھے) میری طرح اور لوگوں نے بھی اس تبصرے کو چنداں اہمیت نہ دی اور شاید سب کے جواب کا خلاصہ یہی تھا کہ ''یہ لکھنؤ نہیں ہے''۔ میں تو خیر اس وقت نوجوان تھا مگر جہاں دیدہ اور سن رسیدہ افراد کے بھی یہی خیالات تھے۔ مگر آج ۲۰۱۳ء میں یہ بات صحیح ثابت ہوئی۔ حالات کہاں سے کہاں پہنچ گئے اس وقت کسی نے سوچا بھی نہ تھا جوش خطابت میں سماجی اور معاشرتی تقاضوں کو فراموش کر دینے والوں کو یہ اندازہ بھی نہ تھا کہ نوبت ایک ایک وقت میں سیکڑوں جنازے اٹھانے تک پہنچ جائے گی۔ عالمی استعمار کی سازشیں اپنی جگہ مگر عالمی استعمار اپنی سازشوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جو ہاتھ استعمال کر رہا ہے وہ تو ہمارے ہی فراہم کردہ ہیں۔ یعنی اسے خام مال تو ہم ہی مہیا کر رہے ہیں۔ اور اب تو یہ بات کسی ثبوت کی بھی محتاج نہیں رہی کہ مختلف مکاتب اور مسالک کے بعض دین فروش اور ضمیر فروشوں کو باقاعدہ ذمہ داریاں سونپ دی گئی ہیں کہ ایک دوسرے کے خلاف جتنا زہر اگل سکتے ہو اگلو۔ پھر اس تمام نفرت انگیز مواد کو انٹرنیٹ کے ذریعے سارے عالم میں پھیلا دیا جاتا ہے اور جب عام آدمی U-Tube اور Facebook اور Tutor پر یہ سب زہریلا مواد دیکھتا ہے تو بڑی آسانی سے دوسرے کو کافر قرار دے کر قتل کرنے پر اگر آمادہ نہیں ہوتا تو اس کے قتل پر راضی ضرور ہو جاتا ہے۔

دنیا کا کون سا مذہب ایسا ہے جس میں مختلف مکاتب یا فرقے نہیں پائے جاتے ہیں۔ مگر یہ ساری قتل و غارتگری صرف مسلمانوں کے درمیان ہی کیوں ہے۔ وہ مذہب جو غیر مسلموں سے بھی رواداری کا حکم دیتا ہے، ان کے جذبات اور مقدسات کا احترام کرنے کا بھی حکم دیتا ہے۔ جو غیر مسلموں کی جان و مال کی

حفاظت کا بھی حکم دیتا ہے۔ آخر اسی مذہب کے ماننے والے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے کیوں ہیں؟ انسانیت کے علم بردار حیوانیت کا روپ کیوں دھار چکے ہیں۔

ہم جس معاشرے میں زندگی بسر کرتے ہیں اگر وہ مسلم معاشرہ نہ بھی ہو تو کیا ہم دوسرے کے مذہب کا مذاق اڑانے کا حق رکھتے ہیں؟ مغربی دنیا میں جینے والے مسلمان کیا یہ بات نہیں جانتے کہ وہاں انہیں کس طرح زندگی گزارنی ہے۔ میرا خیال ہے کہ برِصغیر کے شیعہ اور سنی بھائیوں کے لئے میرا اشارہ کافی ہے کہ جب ہم غیر مسلموں کے محترمات اور مقدسات کی بے حرمتی نہیں کر سکتے تو پھر بھلا ایک دوسرے کے دل آزاری کے اسباب کیوں فراہم کریں۔

ہمیں یہ بات سمجھ لینا چاہئے کہ اسلام اللہ کا پسندیدہ دین ہے۔ اس دین کو کوئی ختم نہیں کر سکتا ہاں یہ ضرور ہو سکتا ہے کہ وہ فرد یا افراد جو اسلام کو اپنے یا اپنے آقاؤں کے مذموم مقاصد کے لئے بدنام کر رہے ہیں وہ ضرور تاریخ میں ذلت اور رسوائی کا نشان بن کر باقی رہیں گے۔ اللہ کا وعدہ ہے کہ اگر تم پلٹنا چاہتے ہو تو پلٹ جاؤ ہم ایک اور قوم کو پیدا کر دیں گے جو اللہ سے محبت کرے گی اور اللہ اس سے محبت کرے گا اور یہ دین کی مددگار ہوگی۔''

میں تمام مکاتبِ فکر کے علماء اور دانشوروں سے اپیل کرتا ہوں کہ خدارا سوچئے کہ ہم اپنا شمار کن لوگوں میں کریں؟ ان لوگوں میں کہ جن لوگوں کی اللہ نے قرآن میں مذمت کی ہے اور کہیں انہیں آیات بیچنے والا کہا گیا ہے تو کہیں انہیں انگاروں سے اپنے پیٹ بھرنے والا کہا گیا ہے اور کہیں انہیں روئے زمین پر فساد برپا کرنے والا کہا گیا ہے، یا پھر ہم اپنا محاسبہ کریں اور عالمِ اسلام کو درپیش مسائل کے حل کے لئے شانہ بشانہ کھڑے ہو جائیں اور دشمنانِ اسلام کی سازشوں کو ناکام بنائیں۔

علماء غور فرمائیں کون سا راستہ بہتر ہے اپنے ہی شہروں میں قتل و غارت گری کر کے، بے گناہ مرد، عورتوں اور بچوں کا قتل عام کر کے شیطانی طاقتوں کو خوش کرنے کا، یا تمام مسلمانوں کو اس آگ اور خون کے سمندر سے باہر نکالنے کا۔ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ یہ صرف خواب و خیال کی باتیں ہیں اور ان مسائل کے حل کا کوئی عملی راستہ نہیں ہے تو میں اسے اس چڑیا کی یاد دلانا چاہتا ہوں جو اپنی چونچ میں ایک قطرہ پانی لے کر نمرود کی لگائی ہوئی آگ کو بجھانے کی کوشش کر رہی تھی آج وقت کے فرعون و نمرود جو آگ لگا کر ہمارے جل کر ختم ہو جانے کا انتظار کر رہے ہیں تو کیا ہم اس چڑیا کی طرح اپنا وظیفہ بھی ادا نہیں کر سکتے کہ خدا کی بارگاہ میں جواب دینے کے قابل تو ہو سکیں گے کہ ہم نے جو ہم سے ہو سکا کوشش کی۔ کیا علماء وارثِ انبیاء نہیں ہیں؟ کیا آج کار رسالت انجام دینے کا وقت نہیں ہے؟ کیا مظلوم اور بے کس مسلمانوں کو عالمی دہشت گردوں کے نشانے پر بے یار و مددگار چھوڑ دیا جائے؟ مجھے معلوم ہے کہ میری اس کمزور اور نحیف آواز میں کوئی اثر نہیں ہے۔ غیر تو غیر اپنے بھی میری بات پر کان نہیں دھریں گے۔ بلکہ کئی اطراف سے میں نے اپنے آپ کو مذمت اور ملامت کا ہدف بننے کے لئے تیار کر لیا ہے۔ مگر میں اپنے ضمیر کی آواز کو بلند کر رہا ہوں۔ اس لئے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس وقت سارے عالم میں مسلمانوں کا خون پانی سے بھی سستا بلکہ بلا قیمت بہہ رہا ہے شیعوں کے گھر اجڑیں یا سنیوں کے، ہر طرف بچے یتیم ہو رہے ہیں، بوڑھوں کے سہارے چھینے جا رہے ہیں، مائیں ٹکٹکی باندھے دروازوں پر اپنے بچوں کا راستہ تک رہی ہیں، بیوائیں زندہ درگور ہو گئی ہیں۔

چنگیز خان کے حملے کے وقت کا بغداد یاد آ رہا ہے جب چنگیز اپنے خون آشام لشکر کے ساتھ چڑھا چلا آ رہا تھا اور بغداد کے ہر چوراہے پر مسلمان ایک دوسرے کے خلاف کفر کے فتوے لئے صف آرا تھے اور ایک دوسرے کو چنگیز سے بڑا کافر قرار دے رہے تھے۔ مگر جب چنگیز نے بغداد کو تاراج کیا تو کسی سے کسی کا مسلک نہیں پوچھا ہر مسلک سے تعلق رکھنے والے کو مسلمان کا نام دے کر ان کی کھوپڑیوں کے مینار تعمیر کر دیئے۔ آج بھی شیطانی طاقتوں نے یہی جال بچھایا ہے جب کوئی

دردمند انہیں عالمی سازشوں کی طرف متوجہ کرتا ہے تو ان کا جواب یہی ہوتا ہے کہ پہلے ہم سب سے بڑے کافر سے نپٹ لیں پھر دوسروں کو دیکھیں گے اور یہ سب سے بڑا کافر کوئی اور نہیں ان کا اپنا بھائی، اپنا خون اور اپنا ہم وطن ہوتا ہے۔

کہیں ایسا تو نہیں کہ آج بھی کوئی چنگیز منتظر ہو کہ کب یہ مسلمان ایک دوسرے کو کافر قرار دے کر جہاد کرتے کرتے تھک کر گریں اور کب میں ان کی کھوپڑیوں کے مینار تعمیر کروں۔

آج میرا شدت سے دل چاہ رہا ہے کہ ڈاکٹر کلب صادق صاحب کے جملے کو ذرا سی ترمیم (ان سے انتہائی معذرت) کے ساتھ دہرادوں کہ کسی شہر کے حالات دیکھ کر ایسا لگتا ہے ''یہاں'' بھی کہیں ''وہاں'' کی فضا نہ بن جائے۔

صاحبانِ عقل وشعور کو دعوت فکر ہے۔

❀❀❀

التماس سورۂ فاتحہ

برائے ایصال ثواب

محترمہ تحسین بانو رضوی صاحبہ

بنت جناب عباد علی رضوی صاحب

۲۵۱ ر احاطہ ممتاز محل، گولہ گنج، لکھنؤ

ملتمس

تنویر حیدر، گولہ گنج، لکھنؤ

Mob. 08400039786

سرزمین حرم

خطیب انقلاب مولانا سید حسن ظفر نقوی، پاکستان

سرزمین حرم سی کہاں، ہر گلی، ہر گلی، ہر گلی
آ یہاں آ کے مٹ جائے گی بے کلی، بے کلی، بے کلی

اس نے سیراب پھر کر دیا پیاس کہنے کو پھر بجھ گئی
کوئی اندر سے کہتا رہا تشنگی، تشنگی، تشنگی

تخت و تاج وشہنشاہیاں خاک میں ہو گئیں سب نہاں
سدرۃ المنتہیٰ تک گئی بندگی، بندگی، بندگی

ہے اسی دل میں مسکن ترا اور صنم بھی ہیں کچھ دل نشیں
پھر بھلا کس طرح سے ملے، آ گہی، آ گہی، آ گہی

شورِ دریا سے مت خوف کھا، ڈوب جا، ڈوب جا، ڈوب جا
ڈوب کر پار اتر جائے گی زندگی، زندگی، زندگی

یہ جو رکھتا ہوں میں کچھ بھرم، سب ترے ذکر کا ہے کرم
دل میں تیرے ہی جلووں کی ہے روشنی، روشنی، روشنی

جذبۂ عشق نے کیا کہا میں کہاں سے کہاں آ گیا
میری ہر سانس کہتی رہی یا نبیؐ یا نبیؐ یا نبیؐ

دشت وصحرا وکوہ ودمن سرنگوں سب کو کرتا گیا
ہر قدم پر جو کہتا رہا یا علیؑ، یا علیؑ، یا علیؑ

ہو مدینہ یا کرب وبلا عشق کی جلوہ سامانیاں
عاشقوں کے لئے ہے یہاں بے خودی، بے خودی، بے خودی

ایسا بس کربلا میں ہوا موت قاتل کا حصہ بنی
زیرِ خنجر کسی کو ملی، زندگی، زندگی، زندگی

❀❀❀